# رسائل و مسائل

## غیر مسلموں میں دعوت کی حکمت

سوال : مجھے حصولِ تعلیم کے لیے بیرونِ ملک جانے کا موقع ملا ہے۔ یہاں غیر مسلموں سے بھی ملاقات رہتی ہے اور اسلام کی دعوت دینے کا موقع بھی میسر آتا ہے۔ اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) سے تو مشترک بنیاد یعنی توحید، رسالت اور آخرت پر بات ہوسکتی ہے لیکن دیگر مذاہب، مثلاً کسی ہندو کو دعوت دینا ہو جو اس کے قائل نہیں ہیں تو کیا حکمت پیش نظر رکھی جائے؟ قرآن و سنت سے رہنمائی فرمادیں۔

جواب : اس سوال کا تعلق بنیادی طور پر دعوت کی حکمت سے ہے۔ قرآن کریم نے سورۂ نحل (۱۶:۱۲۵) میں اس اصول کا تعین کر دیا کہ اللہ کے راستے کی طرف دعوت، یعنی اسلام کی دعوت حکمۃ اور موعظہ حسنہ سے دی جائے گی اور اگر نوبت بحث و تکرار کی آجائے، یعنی بات شدت اختیار کر جائے تو جدال بھی احسن طریقے سے ہوگا۔ گویا بھونڈے انداز میں مخاطب کو للکارنا، غیر ضروری مباحث میں الجھنا، اس کی تضحیک کرنا، طنز یا ذلت آمیز رویہ اختیار کرنا دعوت کا طریق نہیں ہے بلکہ عقلی اور سوچے سمجھے انداز میں بات کرنا ہوگی۔

دوسرا اصول سورۂ آل عمران (۳:۶۴) میں یہ بیان کر دیا گیا کہ اہلِ کتاب ہوں یا دیگر افراد، آغاز قدر مشترک سے کیا جائے گا، یعنی ان موضوعات پر بات کی جائے جن میں بظاہر بنیادی اختلاف نہ پایا جاتا ہو۔ اسلام کے قرنِ اول میں یہ مشترک بنیاد توحید، یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک اور رب ماننا اور ساتھ ہی اخلاقی طرزِ عمل کو اختیار کرنا تاکہ آخرت میں حساب کتاب میں آسانی ہو، قرار دی گئی۔ ان دو بنیادوں کو بیان کرنے سے قرآن کریم کا مدعا یہ نظر آتا ہے کہ رسالت جو دین کے تین بنیادی عقائد میں سے ہے، ممکن ہے مختلف فیہ ہو کیونکہ عموماً ایک عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو، ایک یہودی حضرت موسیٰؑ کو یا حضرت داوٗدؑ اور حضرت یعقوبؑ کو اپنا قائد

مانے گا لیکن خالق کائنات اور انسانی اعمال کی جواب دہی کا منکر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ان دو موضوعات کو دعوت دین کی حکمت سمجھانے کے لیے بطور مثال بیان کر دیا گیا۔

آج کے دور میں ان کے علاوہ اور بہت سے مسائل (issues) ایسے ہیں جن سے بات کا آغاز ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر انسانی جان کی حرمت' خواتین پر جبر وتشدد' معاشی اور اخلاقی زوال کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات اور جس مذہب سے مخاطب کا تعلق ہو اس کے مذہب میں ان مسائل کے بارے میں موقف۔

ایک مرتبہ جب گفتگو کا آغاز ہو جائے تو زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ مخاطب کو پڑھنے کے لیے اسلام کے بعض پہلوؤں پر لکھے گئے آسان اور مدلل کتابچے دیے جائیں۔ موٹی موٹی کتابوں کے دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر مخاطب دل چسپی کا اظہار کرے تو قرآن کریم کا کوئی آسان ترجمہ' مثلاً انگریزی میں محمد اسد کا ترجمہ' عبداللہ یوسف علی کا ترجمہ' یا مولانا عبدالماجد دریابادی کا ترجمہ دیا جائے۔ ایسے ہی اسلامک فاؤنڈیشن کی طبع کردہ Qur'an Basic Teachings جس میں بعض عنوانات پر قرآن کریم کی آیات مع ترجمہ مرتب کی گئی ہیں' دی جاسکتی ہے۔ اس طرح مخاطب کو قرآن کریم کو پڑھنے کا موقع ملے گا۔ اس پورے عمل میں کوشش کیجیے کہ مخاطب مطالعہ کے دوران سوالات اٹھائے جن پر آپ بھی بطور طالب علم غور کریں اور اُس سے یہی بات کہیں کہ ہم مل کر ان سوالات کا جواب تلاش کرتے ہیں۔ کسی بھی انسان کے لیے ممکن نہیں ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ میں اٹھنے والے ہر سوال کا جواب اس کے پاس پہلے سے تیار ہو لیکن مجھے یقین ہے جب آپ اس طرح مطالعہ کریں گے اور کرائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی حکمتیں آپ پر خود کھولنی شروع کر دے گا۔

کسی ہندو یا عیسائی یا کسی بھی فرد کو مسلمان کرنا ایک ایسے دور میں جب مسلمان خود اسلام پر کم عمل کرتے ہیں' آسان نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمارے اخلاصِ نیت کی قدر کرتے ہوئے ایسے بہت سے کام آسان کر دیتا ہے۔ اس لیے اگر آپ خلوصِ نیت سے کوشش کریں گے تو یہ کام بہت آسانی سے ہو جائے گا۔ ہاں' آپ کا اپنا طرزِ عمل ہمدردانہ ہو۔ مخاطب سے باعزت طور پر پیش آیئے۔ اس کے ساتھ اپنے معاملات کو صاف رکھیے اور ساتھ ہی رب کریم سے دعا کیجیے کہ وہ

آپ کو اس نیک کام میں اپنی نصرت سے نوازے۔ اس کی مدد کے بغیر تو انبیا بھی یہ کام نہیں کر سکتے تھے' ہم کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ بات آغاز سے واضح کر دیجیے کہ آپ بھی اسلام کے طالب علم ہیں اور اسی کی طرح قدم بقدم اسلام کا مطالعہ اور اس پر عمل کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس دوران ہندوازم کا مطالعہ بھی کیجیے تاکہ ہندوازم کی بنیادی تعلیمات آپ کے علم میں آجائیں۔

ایک ہندو عالم Sen کی چھوٹی سی کتاب *Hindus* کے عنوان سے پینگوین سیریز میں طبع ہوئی ہے' اسے پڑھ لیجیے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ہندوازم کیا ہے اور کس طرح اس کا تقابل اسلام سے کیا جاسکتا ہے۔ اسلام سے متعارف کرانے کے لیے *Towards Understanding Islam* اور *Let us be Muslims* یہ دو کتابیں ان شاءاللہ بہت مددگار رہوں گی۔ انھیں آپ خود بھی پڑھیں اپنے دوست کو بھی پڑھنے کو دیں۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

## خواتین اور دعوت دین میں رکاوٹیں

س: میں متوسط گھرانے کی لڑکی ہوں۔ میٹرک کے بعد اسلامی جمعیت طالبات میں آئی۔ دو سال تک میں نے قریبی کالج میں نظامت کے فرائض سرانجام دیے۔ اس کے بعد میں زون کی ناظمہ بھی رہی اور جتنا مجھ سے کام ہوتا تھا میں کرتی تھی۔ بی اے کے بعد یونی ورسٹی میں حصولِ تعلیم کی اجازت نہیں ملی۔ اب گھر کے کام اور ٹیوشن پڑھانا میرے ذمے ہیں اور اس صورت میں میرے لیے کام کرنا بہت مشکل ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ حتیٰ کہ نظم کی اطاعت کرنا مشکل ہو چکا ہے۔ والدہ محترمہ اِس حق میں نہیں ہیں کہ جمعیت کا کام کیا جائے۔

میرے ابا جان تحریک سے تعلق رکھتے ہیں اور گھرانہ پڑھا لکھا ہے لیکن والدہ اس بات کو پسند نہیں کرتی ہیں۔ ان حالات میں کہاں جاؤں اور کیا کروں؟ ہفتہ وار درسِ قرآن گھر میں ہی کرواتی ہوں۔ اس کے علاوہ بچوں کو قرآن پڑھاتی ہوں اور جہاں بھی کوشش ہو دین کی دعوت پھیلانے سے دریغ نہیں کرتی۔ براہ مہربانی آپ مجھے ضرور

بتائیں کہ اس سلسلے میں عورتوں کو کس حد تک چھوٹ دی گئی ہے؟

ج: قرآن کریم نے دعوتِ دین کا فریضہ ہر مسلمان مرد و عورت پر عائد کیا ہے۔ چنانچہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کی رفیق و ساتھی قرار دے کر اس غلط فہمی کو دُور کر دیا گیا ہے کہ عورتیں دعوتِ دین سے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن قرآن وسنت نے نہ صرف دعوتِ دین بلکہ دین کے تمام معاملات میں جواب دہی کو استطاعت کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ اگر ایک شخص کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ کر اسے بے بس کر دیا گیا ہے یا مرض کے غلبے سے وہ یہ قوت نہ رکھتا ہو کہ اٹھ کر نماز پڑھ سکے تو وہ اشاروں سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ گویا ایک کام کے کرنے کا تعلق صلاحیت و استطاعت کے ساتھ ہے۔ اگر حالات ایسے ہیں کہ باوجود خواہش اور تڑپ کے ایک شخص ایک کام نہیں کر پاتا تو وہ اس کے لیے جواب دہ نہیں ہے۔ لیکن یہ فیصلہ کرتے وقت صدقِ دل سے جائزہ لے لیا جائے کہ کیا واقعی ممکنہ ذرائع کا جائزہ لینے کے بعد ایک شخص اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔ اور کیا جن حالات میں وہ شخص ہے کسی اور طریقے سے دعوت نہیں دی جاسکتی۔

خصوصی طور پر جو بات آپ نے دریافت فرمائی ہے اس میں اس بات کی کوشش کیجیے کہ اپنی والدہ اور والد کو اعتماد میں لیتے ہوئے ان سے اپنی تعلیم کے حوالے سے بات کیجیے تاکہ آپ یونی ورسٹی میں تعلیم مکمل کرسکیں۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے فاصلاتی نظام کے ذریعے ایم اے کی کوشش کیجیے۔ یونی ورسٹی لکھ کر معلوم کیجیے کہ آپ جس مضمون میں ایم اے کرنا چاہتی ہیں اس کے لیے کیا کرنا ہوگا۔

بچوں کو قرآن کریم پڑھانا خود دعوت ہی کی ایک اہم شکل ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو خود قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے وہ سب سے اچھا انسان ہے۔ اس لیے آپ اس کام کی عظمت کو محسوس کرتے ہوئے بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھانے کے ساتھ اس کے معنی و مفہوم سے بھی آگاہ کیجیے تاکہ ان میں اسلامی فکر پیدا ہو سکے۔ یہی بچے آیندہ چل کر تحریکِ اسلامی میں شامل ہوں گے اور جب تک وہ دعوتی کام کریں گے آپ کا اجر مسلسل بڑھتا جائے گا۔

ہفتہ وار درس قرآن باقاعدگی سے کرائیے لیکن اس میں بھی کوشش کیجیے کہ شرکا محض سامع

نہ ہوں بلکہ انھیں آپ اس حد تک قرآن کریم کے الفاظ و معانی سے آگاہ کردیں کہ وہ خود اپنے اپنے گھروں میں اس طرح کے اجتماعات کرسکیں گویا آپ trainers کو تیار کریں۔ اس غرض کے لیے انھیں خود تیاری کروا کے درس دینے پر آمادہ کریں۔ ان کے لیے ہر درس کے بعد ایک سوال نامہ مرتب کریں جس میں قرآن کے جس حصے کا مطالعہ کیا گیا ہے اس پر سوالات ہوں۔ ان سوالات کے جوابات کا جائزہ لینے کے بعد اگلے درس میں آپ انھیں اصلاح شدہ پرچے واپس کردیں تاکہ وہ اپنی اغلاط سے آگاہ ہوں اور اپنی اصلاح کرلیں۔ اس طرح آپ جو کام کر رہی ہیں وہ خود دعوت کا بہترین نمونہ بن جائے گا۔

دین کی حکمت کا مطلب یہی ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں اور جس حالت میں ہوں، اس کا بہترین استعمال اللہ کے راستے کی طرف بلانے کے لیے کیا جائے۔ اگر آپ اپنے وقت کا استعمال اس طرح کریں گی تو پھر کسی کالج یا محلے میں جا کر دعوتی کام نہ کرسکنے کا افسوس آپ کو نہیں ہوگا اور نتائج کے لحاظ سے ان شاء اللہ آپ کو مکمل اطمینان اور سکون ہوگا۔ (ا-ا)

## مساجد میں بچوں کے ساتھ رویہ

س: مساجد میں بڑوں کے ساتھ بچے بھی نماز کے لیے آتے ہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کی تاکید فرمائی ہے۔ آپؐ کی امامت میں جب خواتین نماز ادا کرتی تھیں تو آپؐ کسی بچے کے رونے پر نماز مختصر فرما دیتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ مسجد میں کیا رویہ ہونا چاہیے؟ عام طور پر نمازی حضرات بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں، جھڑکتے ہیں اور بسا اوقات مارنے سے بھی نہیں چوکتے جس کا بچوں پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔ دوسری طرف بچے بھی ہنسی مذاق اور شرارتوں سے نماز میں خلل کا باعث بنتے ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرما دیں۔

ج: مساجد کو اللہ تعالیٰ کے گھر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قرآن وحدیث نے کہیں یہ بات نہیں

کہی کہ اللہ کا گھر بچوں یا عورتوں کے لیے بند ہے۔ لیکن کسی بھی گھر کے آداب کی طرح مسجد کے بھی آداب ہیں۔ مسجد کے آداب میں خشوع وخضوع اور خاموشی کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ صفوں کے سلسلے میں نمازیوں کے مراتب کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ احادیث میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ امام کے فوری پیچھے وہ افراد ہوں جو قرآن کا علم زیادہ رکھتے ہوں تاکہ اگر امام سے سہو ہو تو وہ فوراً اس کی اصلاح کر دیں۔ صف بندی میں آغاز امام کے پیچھے سے کیا جائے اور پھر پہلے داہنی پھر بائیں جانب بالترتیب افراد صف بناتے جائیں۔ اس حوالے سے یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ بچوں کو بعد کی صف میں رکھا جائے اور آخر میں خواتین تاکہ وہ مردوں سے دُور رہیں۔ نیز احادیث میں اس بات کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ عورت کی نماز گھر میں' مسجد میں نماز ادا کرنے کے مقابلے میں افضل ہے۔ اس لیے عام حالات میں خواتین کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنا چاہیے۔ مسجد میں نماز کے لیے اسی وقت آئیں جب ان کے لیے مسجد میں آنا ضروری ہے' مثلاً خطبہ جمعہ' درس قرآن' درس حدیث وغیرہ سے استفادہ کرنا۔ ایسی صورت میں مسجد میں حاضری دیں' نماز بھی باجماعت پڑھیں اور وعظ و درس سے بھی استفادہ کریں۔

آپ نے بالکل صحیح نشان دہی کی ہے کہ بچوں کے حوالے سے ہمارا رویہ افسوس ناک ہے۔ اگر بچوں کے مساجد میں آنے کی حوصلہ شکنی کی جائے گی تو آیندہ نسلوں کا اسلام سے تعلق بھی کمزور ہوگا۔ اس لیے بچوں کو مساجد میں آنے پر ابھارنے اور ترغیب دینے کی ضرورت ہے۔ مساجد میں ان کے لیے ان کے ہم عمر بچوں کے تعاون سے ایسے پروگرام ہونے چاہییں جن سے وہ نہ صرف نماز میں پابندی کے عادی ہوں بلکہ دینی معلومات بھی حاصل کر سکیں۔

بچوں کو شرارت سے روکنے کا ایک انتہائی آسان طریقہ یہ ہے کہ مردوں کی صف میں اگر دو مردوں کے درمیان ایک بچہ کھڑا کر دیا جائے تو بچے نہ شورغل کر پائیں گے' نہ ایک دوسرے کو کہنی ماریں گے اور نہ کسی دینی اصول کی خلاف ورزی ہوگی' نیز بچوں کو آخر سے پہلی صف میں رکھنے کا جو مقصد ہے اس کے لیے انھیں تیار کیا جائے۔ جب وہ اس قابل ہو جائیں تو پھر تربیت یافتہ بچوں کی صفیں مردوں کی صفوں کے بعد بنائی جائیں۔ (ا - ا)